زکوٰۃ و مصارفِ زکوٰۃ سے متعلق چند اہم سوالات

عہدِ حاضر کو اگر "مالیات" یا معاشیات کا عہد قرار دیا جائے۔ تو قطعاً بے جا نہ ہوگا، اس وقت حرب و قتال کے تمام پرانے نظریے اور اسلوب باطل ہو کر روپے پیسے کی شکل اختیار کر چکے ہیں، اس لیے یہ کہنا قطعاً مبالغہ آمیزی نہیں۔ کہ آج کے زمانے میں "زر" ہی (اسے جو نام بھی دیں) ٹینک اور زر ہی توپ و تفنگ ہے۔ آج اقوام کے مابین جو حکمت عملی اور ٹیکنالوجی کی جنگ لڑی جا رہی ہے، وہ اسی کے بل بوتے پر لڑی اور جیتی جا رہی ہے۔ اس لیے معاشیات اور مالیات کا یہ شعبہ مسلم علماء اور سکالروں کی توجہ کا خصوصی مستحق ہے۔

مگر دوسری طرف ہماری بدقسمتی یہ ہے، کہ ہم اس میدان میں تہی دامن تو تھے ہی۔ تہی ذوق۔ اور تہی جذبہ بھی ہیں۔ اس لیے بڑے دکھ اور افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے، کہ آج مسلم قوم اپنے دشمنوں کے مقابلے میں خالی ہاتھ نظر آ رہی ہے۔ بلکہ اگر بات یہاں تک بھی ہوتی۔ تو برائی نہ تھی۔ اب تو حال یہ ہو گیا ہے۔ کہ ہم اقوام عالم کو کھلی دعوت دے رہے ہیں، کہ آؤ اور ہماری اقتصادیات اور ہماری معیشت پر قبضہ کر لو۔ آؤ اور ہمیں گھر میں بے دست و پا کر دو۔ حکمت عملی کے اس انداز سے جاپان اور کوریا بننے کا خواب تو دیکھا جا سکتا ہے۔ مگر اس کو عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔ بہر حال یہ تو وقت ہی بتلائے گا کہ عہد حاضر کی ایسٹ انڈیا کمپنی ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔ اس وقت جو بات اپنے قارئین کی خدمت میں عرض کرنا ہے۔ وہ چند مالیاتی سوالات ہیں۔ یہ سوالات ہمیں اسلامی اکیڈمی ہندوستان سے بذریعہ ڈاک موصول ہوئے ہیں چونکہ ان میں بعض انتہائی اہم مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جن کی تحقیق عہد حاضر کے کئی ایک مسائل کے حل میں مفید ثابت ہوگی۔ اس لیے ہم ان سوالات کو من وعن شائع کر رہے ہیں۔ قارئین کرام جو جوابات ارسال کریں گے، وہ اگر معیار پورا اترے تو یقیناً ادارہ کے لیے انہیں شائع کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ ہوگی۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محور اوّل :

زکوٰۃ کس قسم کے اموال میں واجب ہے ؟

وجوب زکوٰۃ کی وہ شرطیں جن کا تعلق محل زکوٰۃ یعنی اموال سے ہے ۔

پہلی شرط "ملکِ تام"

ملکِ تام سے کیا مراد ہے ؟ اس ذیل میں چند سوالات ۔

سوال نمبر ۱ مال تجارت جس کی قیمت پیشگی ادا کر دی گئی ہو لیکن مال کی وصولی ابتک نہیں ہو سکی ہے ۔ وہ قیمت جو ادا کی جا چکی اور وہ مال جو خریدار کے ملک میں آچکا لیکن قبضہ میں نہیں آیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں ؟

سوال نمبر ۲ کرایہ کی مد میں دی گئی پیشگی رقم یا ڈپازٹ جو عقد اجارہ کے فسخ ہو جانے یا مدت پوری ہونے پر کرایہ دار کو واپس کیا جاتا ہے اس رقم کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی ، کرایہ دار پر یا مالک مکان پر ؟

سوال نمبر ۳ جس مال کا کوئی مالک معین نہ ہو جیسے مدارس اور اداروں میں جمع ہونے والی رقم ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں ؟

سوال نمبر ۴ وہ مال جو کسی شخص کے قبضہ میں بطور حرام آتا ہے مثلاً رشوت کا مال ، بینک کا سود وغیرہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں ؟

اگر یہ اموال حرام و حلال میں اس طرح مخلوط ہو گئے ہوں کہ ان میں باہم تمیز مشکل ہو تو اس صورت میں ان مخلوط اموال میں وجوب زکوٰۃ کا کیا حکم ہے ؟

سوال نمبر ۵ دین کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی ، دائن پر جس کی ملک ہے لیکن قبضہ نہیں یا مدیون پر جس کے قبضہ و تصرف میں ہے لیکن اس کے ملک میں نہیں یا دین کی زکوٰۃ کسی پر واجب نہیں ہوگی ؟

کیا اگر مدیون باوجود قدرت کے دین کی ادائیگی میں ٹال مٹول کر رہا ہو اور اس مال کو تجارت میں لگا کر استفادہ کر رہا ہو ایسی صورت میں اس مدیون پر واجب قرار دی جا سکتی ہے ؟

وصولیابی کی امید اور ناامیدی کے اعتبار سے دین کی قسمیں اور وجوب زکوٰۃ کا حکم اور اگر زکوٰۃ واجب ہوگی تو کب ، وصولیابی کے بعد سابق کی زکوٰۃ بھی دینی ہوگی یا وصول ہونے کے بعد مستقبل کی زکوٰۃ واجب ہوگی ؟

سوال نمبر ۶ سرکاری محکموں اور مختلف پرائیویٹ کمپنیز میں جو لوگ ہیں ان کی ماہانہ یافت میں سے ایک حصہ وضع کر کے ان کے محفوظ کھاتے میں جمع کر دیا جاتا ہے اور کچھ فیصد سرکار یا کمپنی اپنے ملازم کے مستقبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی طرف سے اس میں اضافہ کرتی ہے۔ اور ریٹائرمنٹ کے وقت وہ پوری رقم ملازم کو دے دی جاتی ہے دوران ملازمت بھی بعض خاص قواعد کی پابندی کرتے ہوئے ملازم کو اپنے اس محفوظ فنڈ سے کچھ حصہ نکلوانے کا اختیار ہوتا ہے بعض اوقات ہر دو قسم کی مذکور رقوم پر سرکار یا کمپنی انٹرسٹ کے نام سے بھی کچھ اضافہ جوڑ کر آخر میں وہ مجموعی رقم ملازمین کو عطا کرتی ہے یہ رقم عام اصطلاح میں پرائیویڈنٹ فنڈ کہلاتی ہے۔

پرائیویڈنٹ فنڈ کی مذکورہ بالا رقوم پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کب؟ اور اگر زکوٰۃ وصولیابی کے وقت واجب ہوگی تو سابق کی بھی واجب ہوگی یا آئندہ سال گذرنے پر؟

دوسری شرط "نما" نما کی حقیقت اور اس کی صورتیں

تیسری شرط حاجت اصلیہ سے فارغ ہونا۔ حاجت اصلیہ کی تعریف اور اس کا دائرہ

۱۔ کیا حاجت اصلیہ کا تعین ہر دور اور ماحول میں اس کے اعتبار سے کیا جائے گا؟

چوتھی شرط "دین سے محفوظ ہونا"

کون سا دین مانع زکوٰۃ ہے۔ دین کی قسمیں اور ان کے احکام۔

۱۔ دین طویل الاجل، آج کے دور میں زراعتی قرض (تعمیر مکان کے لیے قرض ( ) اور اس طرح کے مختلف قرضے سرکار اپنے شہریوں کو دیتی ہے جن کے لیے پانچ سال سے لیکر ۳۰-۴۰ سال کی طویل مدت مقرر کی جاتی ہے اس مدت کے دوران قرض کی ادائیگی واجب ہوتی ہے اس قرض کی مقدار بھی عموماً بہت بڑی ہوتی ہے مثلاً زید نے اپنے تجارتی کاروبار کے لیے پانچ کروڑ روپے قرض لیے جسے پچاس قسطوں میں ادا کرنا ہے سالانہ دس لاکھ روپے ادا کرنا ہے یا کسی شخص نے ٹریکٹر کی خریداری کے لیے ایک لاکھ روپیہ قرض لیا جسے دس سال میں دس ہزار سالانہ کے لحاظ سے ادا کرنا ہے ان صورتوں میں وجوب زکوٰۃ کے لیے اموال زکوٰۃ سے پورے قرض کو منہا کیا جائے گا یا سالانہ واجب الادا قسط وضع کر کے باقی اموال پر زکوٰۃ واجب قرار دی جائے گی؟

اسلام میں کن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے چند اور سوالات۔

کمپنیز پر زکوٰۃ

کسی بھی کمپنی میں متعدد شرکاء ہوتے ہیں اور اپنے اپنے حصّہ کے مطابق اثاثے اور آمدنی کے مالک ہوتے ہیں بعض ایسی صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں کمپنی کا مجموعی اثاثہ اور مالیت کروڑوں روپے کو پہنچتی ہو جس میں نصاب وجوب زکوٰۃ موجود ہے لیکن اس کے شرکاء اور حصّہ داروں کی تعداد اتنی بڑی ہے کہ کمپنی کی مجموعی مالیت کی تقسیم حصّہ داروں پر کی جائے تو ان میں سے کوئی بھی صاحب نصاب نہیں ہوتا یا کچھ لوگ صاحب نصاب نہیں ہوتے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ واجب زکوٰۃ میں کمپنی کی مجموعی مالیت کا اعتبار ہوگا یا ہر فرد کے انفرادی حصّہ کا ؟

ہیرے اور جواہرات

(۱) ہیرے اور جواہرات کی تجارت کی جاتی ہے جو لوگ ہیرے اور جواہرات کی تجارت کرتے ہیں بظاہر مال تجارت ہونے کی وجہ سے ان پر تو زکوٰۃ واجب ہوگی ہی لیکن دوسرا سوال یہ ابھرتا ہے کہ جو لوگ انکم ٹیکس اور دیگر سرکاری قوانین کی زد سے بچنے کے لیے نقد روپیوں یا سونے چاندی کی صورت میں اپنے سرمائے کو محفوظ کرنے کے بجائے ہیرے جواہرات لاکھوں روپے کے خرید کر محفوظ کر دیتے ہیں شرعاً ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں ؟

بعض اوقات خواتین محض تزئین و آرائش کے لیے ہیرے جواہرات استعمال کرتی ہیں ان کا مقصد تمول نہیں ہوتا ہے وجوب زکوٰۃ کے بارے میں ان کا کیا حکم ہوگا ؟

اموال تجارت پر زکوٰۃ

سامان تجارت جو تاجر کے قبضہ میں ہے ادائیگی زکوٰۃ کے دن ان کی مالیت کا تعین کس نرخ سے کیا جائے اپنی لاگت کے حساب سے کریں یا اس دن کی قوت خرید کا اعتبار کیا جائے ، پھر یہ کہ تھوک کے بھاؤ کا اعتبار ہوگا۔ یا پرچون فروختگی کا اعتبار ہوگا؟

جو لوگ اراضی کی خرید و فروخت کو ایک تجارتی کاروبار کے طور پر کرتے ہیں سال پورا ہونے پر نقد رقم کے علاوہ جو اراضی ان کی ملکیت میں ہیں وہ اراضی بھی اموال زکوٰۃ میں شمار ہوں گی ؟ اور ان پر زکوٰۃ کا وجوب قیمت کے اعتبار سے ہوگا یا متوقع قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا ؟

شیرز اور بانڈز کی زکوٰۃ

مختلف تجارتی کمپنیاں اپنے شیرز فروخت کرتی ہیں یہ شرکت کی ایک صورت ہے کمپنی قائم کرتے وقت کچھ اکائیاں طے کر لی جاتی ہیں ہر یونٹ (اکائی) ایک شیر ہوتا ہے اور اس کی ایک خاص قیمت ہوتی ہے کمپنی جو کچھ منافع کمائیگی شیرز ہولڈرز

اس میں اپنے حصے کے تناسب سے نفع کے حقدار ہوں گے شیرز در اصل کسی تجارتی کمپنی کے ایک خاص حصّہ کی ملکیت ہے واضح رہے کہ بعد کو ان شیرز کی خرید و فروخت ہوتی ہے اور کمپنی کے نفع و نقصان اور اس کے ساتھ کے پیش نظر ان شیرز کی قیمت گھٹتی اور بڑھتی ہے۔

پہلا سوال یہ ہے کہ ان شیرز پر ایک تجارتی سرمایہ ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ دوسرا سوال یہ ہے زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت ان شیرز کی مالیت کا تعین ان کی بنیادی قیمت کو سامنے رکھ کر کیا جائے گا یا یہ وقت ادائے زکوٰۃ مارکیٹ میں اس کا جو نرخ ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا؟

محور ثانی ...... نصابِ زکوٰۃ

چاندی اور سونے کے نصاب میں سے کون سا نصاب اصلی تسلیم کیا جائے؟ آج کے دور میں جب کہ سونے اور چاندی کے نرخ میں زمین و آسمان کا فرق ہے نصاب حرمت زکوٰۃ (غنی یعنی کسی شخص کو غنی قرار دیکر اس کے لیے زکوٰۃ لینا ممنوع قرار دے دیا جائے) اور اس طرح نصاب موجب زکوٰۃ کی کم سے کم مقدار چاندی کے حساب سے مقرر کی جائے گی یا سونے کے حساب سے؟

محور ثالث ...... مصارفِ زکوٰۃ

۱۔ کیا یہ صورت درست ہوگی کہ ایک طالب علم جو مستحق زکوٰۃ ہے ادارہ اس کے طعام و قیام تعلیم اور دوسری سہولتوں کا انتظام کرتا ہے اس کے طعام پر ماہانہ خرچ سو روپے آتا ہے اس کے رہائش کے لیے جو مکان فراہم کیا گیا ہے (مکان کی تعمیر عام چندے سے کی گئی ہے) بازار نرخ کے حساب سے اس کا کرایہ ۲۵ روپے ماہانہ ہے اساتذہ کے مشاہرہ (ماہانہ تنخواہ) وغیرہ پر جو خرچ آتا ہے اس کو اگر طلبہ کی خدمت یا متعلق انتظامی امور پر مامور ہے ان کا مجموعی مشاہرہ تقسیم کیے جانے پر فی طالب علم ۲۵ روپیہ ماہوار پڑتا ہے اس طرح ایک طالب علم پر کل اخراجات ماہانہ مثلاً (۲۵۰) روپے ماہانہ آتا ہے مدرسہ یہ نظام بناتا ہے کہ ہر طالب علم سے ڈھائی سو روپے ماہانہ لیے جائیں، مستطیع طلبہ اپنے پاس سے یہ اخراجات ادا کریں اور غیر مستطیع طلبہ کی طرف سے مقررہ فیس مدرسہ مد زکوٰۃ سے ادا کرے یا مدرسہ اس رقم کا چیک اس طالب علم کے نام سے دیدے اور وہ چیک وصول کرنے کے بعد مدرسہ میں جمع کر دے کیا یہ صورت جائز ہوگی؟

ذیل میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ مہتمم مدرسہ زکوٰۃ دہندگان کا وکیل ہے یا مستحقین زکوٰۃ کا؟

۲۔ سوال یہ ہے کہ مدارس کے لیے زکوٰۃ کی وصولی پر جو لوگ مقرر کیے جاتے ہیں وہ ماہانہ تنخواہ لیتے ہیں اور ساتھ ساتھ وہ عملہ جو حساب وکتاب کے لیے مقرر ہوتا ہے اسے بھی ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ ماہانہ تنخواہ پر مقرر کیے ہوئے سفراء محصلین کے ذریعہ جو آمدنی ہوتی ہے اور ان پر جو خرچ ہوتا ہے اس سے مدرسہ کو نقصان پہنچتا ہے آمد کا تناسب کم اور خرچ کا تناسب زیادہ آتا ہے بعض مدارس میں متعین شرح فیصد کمیشن دیا جاتا ہے اس صورت میں خرچ کے تناسب کے مقابلہ میں آمد کا تناسب بہتر رہتا ہے سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا جائز ہوگا اور لیسے العاملین علیہا کے تحت داخل مانا جائے گا؟ اگر کمیشن کی صورت کو جائز قرار دیا جائے تو کیا شرح فیصد کے تعین کی کوئی خاص حد شرعاً ضروری ہے؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حساب آمد وخرچ کے اندراج پر جو عملہ مقرر ہے کیا اس کی ماہانہ تنخواہ مد زکوٰۃ سے ادا کی جاسکتی ہے۔ جبکہ وہ لوگ دوسرے کام بھی انجام دیتے ہیں؟

محور ثالث..... مصارف زکوٰۃ "فی سبیل اللہ"

مصارف زکوٰۃ کا مسئلہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اس لیے کہ اس کا تعلق ایک فرض کی ادائیگی سے ہے اگر زکوٰۃ لیسے لوگوں پر اور لیسے مصارف میں صرف کر دی جائے جو شریعت کے اعتبار سے "مصرف" نہ ہوں تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اگر مصارف کا صحیح تعین نہ ہو اور وہ لوگ جو شرعاً مستحق ہیں ان کو مصرف زکوٰۃ سے خارج کر دیا جائے تو یہ مستحقین کو ان کے حق سے محروم کر دینا ہوگا جسے ظلم کہا جائے گا یہ بڑا فساد ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مصارف صدقات کو خود قرآن کریم میں واضح فرما دیا اور ارشاد فرمایا:

"اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ" (سورہ توبہ آیت: ۶۰)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

فاحکم اللہ عزوجل فرض الزکوٰۃ فی کتابہ ثم اکدھا فقال فریضۃ من اللہ ولیس لاحد ان یقسمھا علی غیر ما قسمہ اللہ عزوجل ذالک

ما كانت الاصناف موجودة (کتاب الام ۲/۶۰)

تقی الدین ابن ابوبکر ابن محمد حسینی شافعی نے لکھا ہے:

فان دفع زكوته لغير مستحقها لفقد الشروط المعتبرة لم تبرأ ذمته منها (کفایۃ الاختیار فی غایۃ الاختصار ۱/۳۷۶)

ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

ولا يجوز صرف الزكوٰة الى غير من ذكر الله تعالى (المغنی ۲/۶۶۷)

صاحب نیل المآرب نے لکھا ہے:

اهل الزكوٰة ثمانية اصناف لا يجوز صرفها الى غيرهم عن بناء المساجد والقناطر وسد البثوق وتكفين الموتى ووقف المصاحف وغير ذالك من جهات الخير - (نیل المآرب ۱/۲۶۲)

مرداوی کہتے ہیں:

لا يجوز لغير الاصناف الثمانية الاخذ من الزكوٰة مطلقًا على الصحيح من المذهب وعليه جماهير الاصحاب (الانصاف: ۳/۲۱۸)

صاحب محلی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے بروایت صحیحہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا: " صغوها مواضعها - (المحلی ۲/۱۴۵)

اور سعید بن جبیر نے فرمایا: ضعها حيث امرك الله - (المحلی ۳/۱۴۵)

قرآن میں مذکورہ مصارف میں ایک مصرف" فی سبیل اللہ" ہے فی سبیل اللہ کے مصرف کے تعین میں علماء کی آراء میں اختلاف پیدا ہوا ہے اس وجہ سے لیے مسئلہ میں سخت اضطراب پیدا ہو رہا ہے جہاں مستحق کو محروم کرنے اور غیر مستحق پر زکوٰۃ صرف کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ آج علماء ان مختلف اقوال اور ان کے دلائل کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کے لیے ایک راہِ عمل طے کریں تاکہ فی سبیل اللہ کے ابہام کی وضاحت اور اس کے اجمال کی تفصیل پوری طرح متعین ہو جائے۔

فی سبیل اللہ کی وضاحت میں مختلف علماء کے اقوال

اگر ہم فقہ کی کتابوں میں بکھرے ہوئے اقوال کو سمیٹیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس سلسلہ میں بعض علماء نے

غیر معمولی توسع اختیار کیا ہے اور ہر عمل خیر پر زکوٰۃ صرف کرنا جائز قرار دیا ہے بعضوں نے مسلمانوں کی مصالح عامہ کے ساتھ فی سبیل اللہ کو خاص کیا ہے بعضوں نے اسے صرف جہاد فی سبیل اللہ تک محدود رکھا ہے۔

اب ہم ذیل میں ان تمام اقوال کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

۱۔ **پہلا قول**: فی سبیل اللہ کا لفظ تمام ہی قسم کے اعمال خیر اور قربت وطاعت پر حاوی ہے یہ رائے امام رازی نے امام قفال سے نقل کرتے ہوئے بعض فقہاء کی طرف منسوب کی ہے لیکن ان فقہاء کے نام نہیں بتائے امام رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

واعلم ان ظاهر اللفظ فی قوله تعالیٰ وفی سبیل الله لا یوجب القصر علی کل الغزاة فلهٰذ المعنی نقل القفال فی تفسیره عن بعض الفقهاء انهم اجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوه الخیر من تکفین الموتی وبناء الحصون وعمارة المساجد لان قوله فی سبیل الله عام فی الکل۔

(تفسیر کبیر ۱۶/۱۱۳)

نواب صدیق حسن خان نے الروضۃ الندیہ میں لکھا ہے کہ آیت مصارف زکوٰۃ میں مذکور لفظ سبیل اللہ سے معنی اللہ کا راستہ ہے لیکن باب زکوٰۃ فی سبیل اللہ کے حصہ کو مجاہدین کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کا صرف کرنا ہر اس عمل پر جو اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہو جائز ہوگا۔ آیت کا لغوی معنی یہی ہے اور لغوی معانی پر وقوف واجب ہے اس لیے کہ اس مقام پر شرع سے کوئی نقل صحت کے ساتھ ثابت نہیں۔

نواب صدیق حسن خان نے اپنے اسی رجحان کے مطابق تمام قربتوں میں زکوٰۃ کے صرف کو جائز قرار دیتے ہوئے علماء کو بھی مصرف زکوٰۃ قرار دیا ہے اگرچہ وہ غنی ہوں نواب صاحب لکھتے ہیں:

"من جملة سبیل الله الصرف فی العلماء الذین یقومون بمصالح المسلمین الدینیة فان لهم فی مال الله نصیبًا سواء کان اغنیاء او فقراء بل الصرف فی هذه الجهة من اهم الامور ان العلماء ورثة الانبیاء وحملة الدین وبهم تحفظ بیضة الاسلام وشریعة سیدنا الامام" (الروضۃ الندیۃ: ۱/۲۰۷)

واضح رہے کہ خود نواب صاحب مرحوم نے اپنی تفسیر فتح البیان میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے جمہور

کے اس قول کو ترجیح دی ہے جس میں فی سبیل اللہ سے وھم الغزاۃ والمرابطون یعطون من الصدقۃ ماینفقون فی غزوھم ومرابطتھم وان کانوا اغنیاء" مراد لیا گیا تھا۔ اس قول کے بارے میں نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں: "والاول اولی لاجماع الجمھور علیہ" (فتح البنیان ۱۵۱/۴)

بعض حضرات نے یہ قول امام کاسانیؒ صاحب بدائع کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کے اس جملے سے کہ فی سبیل اللہ تمام ہی قربتوں کا نام ہے اس لیے اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ کی اطاعت میں سعی کر رہا ہو" ان سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے لیکن ان کا یہ قول اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ شخص محتاج ہو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بنا مسجد وغیرہ جن میں کوئی شخص مصرف نہیں بلکہ کام مصرف ہے وہ اس ذیل میں نہیں آتے اور اگر اشخاص ہی ہوں جو کسی دینی جدوجہد میں مشغول ہوں تو وہ بھی اس شرط کے ساتھ مصرف ہوں گے کہ وہ محتاج ہوں کاسانی کے پہلے جملے نے جو توسع پیدا کیا تھا اس شرط نے اس توسع کو ختم کر دیا۔

۲۔ دوسرا قول: فی سبیل اللہ مسلمانوں کی مصالح عامہ کو شامل ہے اس قول کا حاصل یہ ہے کہ ہر طاعت و کار خیر مصرف زکوٰۃ نہیں بلکہ انہیں کاموں پر فی سبیل اللہ کی مد میں زکوٰۃ صرف کی جا سکتی ہے جن کا تعلق مسلمانوں کی عمومی مصالح سے ہو اور جن سے مسلمانوں کے دین اور ان کے اجتماعی حیات کی بقاء اور ترقی کا تعلق ہو مثلاً جنگ کی تیاری، فوجوں کی غذائیں، فوجی ہاسپیٹل، عمومی خیراتی اسپتال وغیرہ اسی ذیل میں علوم شرعیہ کے مدارس جو مسلمانوں کی عام مصلحت سے تعلق رکھتے ہیں (بشمول اساتذہ مدارس کے جو کسی اور ذریعہ آمدنی سے علیحدہ ہو کر بالکل مدارس دینیہ میں تعلیم و تدریس میں مشغول ہو جاتے ہیں) آتے ہیں یہ رائے عام طور پر علماء سلف میں نہیں پائی جاتی البتہ عہد قریب میں شیخ رشید رضا مصری اور شیخ شلتوت وغیرہ نے اختیار کی ہے۔

۳۔ تیسرا قول: "فی سبیل اللہ میں حج بھی داخل ہے"

امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہ کی طرف سے یہ قول منسوب ہے امام احمد سے اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں اور فقہاء حنابلہ کے یہاں ترجیحات بھی مختلف نظر آتی ہیں (الانصاف للمرداوی ۲۳۵/۳)

ابو عبید بن قاسم بن سلام نے بعض صحابہ کی یہ رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے "ھذا القول مھجور غیر معمول بہ" (الاموال لابی عبید صفحہ ۷۹۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی مجموعہ فتاویٰ میں اس رائے کو اختیار کیا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۲۷۴/۲۸)

پھر یہ کہ جس حاجی کو زکوٰۃ دی جائے اس کا فقیر ہونا ضروری ہے یا نہیں پھر حج فرض، حج نفل کا ایک ہی حکم ہے

یا الگ یہ سب بحثیں فقہاء حنابلہ نے اپنی کتابوں میں کی ہیں۔

فقہاء حنفیہ میں سے محمد بن الحسن کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ ایسا شخص جو صرف حج کیلئے نکلا دا دلہ سے بچھڑ گیا اس لیے کہ اس کے اخراجات سفر ضائع ہو گئے یا اس کی سواری لے سے دھوکا دے گئی تو یہ "حاج منقطع" مصرف زکوٰۃ ہے۔ (شامی ۲/۳۴۳ - بدائع الصنائع ۱/۴۶)

جمہور فقہاء امام ابوحنیفہؒ مالک، شافعی، سفیان، ابوثور، ابن المنذر وغیرہ حجاج کو زکوٰۃ دینا جائز قرار نہیں دیتے۔

۴۔ چوتھا قول: علماء مدرسین، اصحاب افتاء و قضا اور طلبہ علوم شرعی جو تحصیل علم کے لیے وقف ہیں انہیں زکوٰۃ دینی جائز ہے۔

یہ رائے بعض متاخرین فقہاء کی ہے جنہوں نے مجاہدین و غزاۃ کے ساتھ قضاء افتاء اور تدریس جیسے عمومی مصالح امت میں مشغول لوگوں کو ملحق قرار دیا ہے جیسا کہ صنعانی نے سبیل السلام جلد ۱/۱۴۵ میں اس قول کا تذکرہ کیا ہے اور بعض فقہاء احناف نے طلبہ علوم دینیہ کو باوجود غنی ہونے کے زکوٰۃ دینا جائز قرار دیا ہے۔
(شامی جلد ۲/ ۳۴۰/ ۳۴۳)

۵۔ پانچواں قول: فی سبیل اللہ سے مراد غزوہ جہاد ہے)۔

علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ فی سبیل اللہ میں غزوہ وجہاد داخل ہے اس کے بعد غزوہ وجہاد کے علاوہ کسی اور کام کے فی سبیل اللہ میں داخل ہونے کے بارے میں فقہاء امت کے درمیان کچھ اختلاف ہے لیکن فقہاء مجتہدین کی بڑی تعداد اسی کی قائل ہے کہ فی سبیل اللہ میں غزوہ وجہاد کے علاوہ اور کوئی کام داخل نہیں آئمہ مجتہدین میں سے امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ کا اس بارے میں متفقہ قول یہ ہے کہ فی سبیل اللہ کے مصداق غازی ہی ہیں عہد صحابہ سے لے کر دور حاضر تک یہی جمہور علماء کا قول رہا ہے علامہ ابن رشد فی سبیل اللہ کے بارے میں ائمہ مجتہدین کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قال مالك سبيل الله مواضع الجهاد والرباط وبه قال ابوحنيفه وقال الشافعي هو الغازي جاز الصدقه وانما الشرط جار الصدقة لان عند اكثرهم انه لايجوز نقل الزكوٰة من بلد الى بلد الامن ضرورة۔

(بداية المجتهد ۱/۲۲۴)

جمہور فقہاء کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہونے کے باوجود کہ فی سبیل اللہ میں صرف غزوہ وجہاد آتا ہے اس سلسلہ کی کچھ تفصیلات کے بارے میں ان میں باہم اختلاف ہے بعض فقہاء نے نمازیوں اور مجاہدین کے مستحق زکوٰۃ ہونے کے لیے ان کے نفیر ہونے کی شرط لگائی ہے وہی نمازی فی سبیل اللہ کے دائرے میں آئیں گے جو بیت المال سے اجرت لیے بغیر رضاکارانہ طور پر جنگوں میں حصہ لیں غرضیکہ تفصیلات میں کچھ اختلاف ہونے کے باوجود فقہاء کی غالب اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ فی سبیل اللہ کا دائرہ غزوہ وجہاد تک محدود ہے۔

پہلے قول کے دلائل:

۱۔ جو حضرات فی سبیل اللہ میں تمام نیک کاموں کو داخل کرتے ہیں ان کی سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ لفظ "فی سبیل اللہ" عام ہے۔ لہٰذا کسی دلیل کے بغیر اس لفظ عام کو اس کے بعض افراد کے ساتھ مخصوص کر دینا درست نہیں ہے اور یہاں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے جس کی بنا پر فی سبیل اللہ کو غزوہ وجہاد کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے نواب صدیق حسن صاحب اس دلیل کو پوری قوت کے ساتھ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

واما سبیل اللہ فالمراد بہ ھٰھنا الطریق الیہ عزوجل لٰکن لا دلیل الاختصاص ھذا السھمی بہ بل یصح الصرف بذالك فی کل ما کان طریقا الی اللہ عزوجل ھذا معنی الآیۃ لغتًا والواجب الوقوف علی المعانی اللغویۃ حیث لم یصح النقل ھنا شرعًا۔ (الروضۃ الندیۃ ۱/۲۰۶)

۲۔ فی سبیل اللہ کے عموم سے دوسرا استدلال اس طرح کیا جاتا ہے کہ بعض صحابہ تابعین اور فقہاء نے حج کو فی سبیل اللہ میں داخل قرار دیا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ فی سبیل اللہ کا دائرہ غزوہ وجہاد تک محدود نہیں ہے بلکہ دوسرے کار خیر بھی اس میں داخل ہیں اور جب غزوہ وجہاد سے آگے بڑھ کر حج کو فی سبیل اللہ میں داخل مان لیا گیا تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ دوسرے نیک کاموں کو اس سے خارج قرار دیا جائے زکوٰۃ کے دوسرے کار ہائے خیر میں صرف کرنے کے جواز کی ایک دلیل کتب حدیث کی وہ روایت بھی ہے جسے امام بخاریؒ نے الجامع الصحیح کے باب، القسامہ میں ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک صحابی کو خیبر میں یہودیوں نے قتل کر دیا اس کے قاتل کا پتہ نہیں چل سکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو خوں بہا صدقہ کے اونٹوں میں سے دیا۔

۳۔ نواب صدیق حسن صاحب نے تمام نیک کاموں میں مشغول افراد کو زکوٰۃ دینے کے جواز پر یہ استدلال بھی پیش کیا ہے صحابہ کرام ہر سال بیت المال سے عطیہ لیا کرتے تھے بیت المال میں جمع شدہ مال

کا ایک حصّہ مالِ زکوٰۃ ہوا کرتا تھا اور بیت المال سے عطیہ لینے والے صحابہ میں مالدار و غریب دونوں قسم کے صحابہ تھے ایک ایک شخص کا عطیہ ہزاروں کو پہنچ جاتا تھا۔ (الروضۃ الندیہ : ۱/۶)

دوسرے قول کے دلائل :

فی سبیل اللہ کے مصداق کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد مسلمانوں کے عمومی مصالح ہیں جن سے اجتماعی طور پر مسلمانوں کے دین کی بقا و ترقی اور مملکت کے اجتماعی امور وابستہ ہیں قدیم مفسرین مجتہدین اور فقہاء کے یہاں یہ قول نہیں ملتا سب سے پہلے شیخ محمد رشید رضا اور شیخ الازہر شیخ محمد شلتوت نے یہ قول اختیار کیا اس کے بعد بعض دوسرے حضرات نے ان کی پیروی کی ان حضرات کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے ۔

۱ ۔ قرآن وسنت میں کوئی ایسی صراحت موجود نہیں ہے جس کی بنا پر ہم فی سبیل اللہ کو کسی خاص کار خیر کے لیے مخصوص کر سکیں لہٰذا فی سبیل اللہ کا مصداق طے کرنے کا مسئلہ اجتہادی مسئلہ ہے ہر عالم وفقیہ کو اس کے بارے میں رائے دینے کا حق ہے اس مسئلہ کا اجتہادی ہونا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ماضی اور حال میں فی سبیل اللہ کے مصداق کے بارے میں علماء وفقہاء کا اختلاف رہا ہے چنانچہ بعض حضرات نے نمازیوں کے ساتھ فی سبیل اللہ کو مخصوص کیا ہے بعض حضرات نے نمازیوں کے ساتھ حج وعمرہ کرنے والوں کو بھی اس میں شامل ہے بعض نے فی سبیل اللہ کا مصداق طالب علموں کو قرار دیا ہے ۔

۲ ۔ ان حضرات کا ایک استدلال صدقہ کے اونٹوں سے خون بہا ادا کیے جانے کی اس حدیث سے بھی ہے جس کا تذکرہ قول کے دلائل کے ذیل میں آچکا ہے ۔ استدلال کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع نزاع اصلاح ذات البین کے نیز مقتول کے اولیاء کو خوش کرنے کے لیے زکوٰۃ کے مال میں سے خون بہا ادا کیا جب امن برقرار رکھنے کے مقصد سے رفع نزاع کے لیے مقتول کے ورثہ کو خون بہا میں زکوٰۃ دینا جائز ہے تو یہ بات بدرجہ اولیٰ جائز ہونی چاہیے کہ اسلامی مملکت میں امن و امان کے قیام اور اجتماعی زندگی کی شیرازہ بندی کے لیے زکوٰۃ کی رقم صرف کی جائے مصالح عامہ کے کاموں میں زکوٰۃ خرچ کر کے اسلامی مملکت کو استحکام بخشا جائے ۔

۳ ۔ فقہاء کی ایک جماعت نے زکوٰۃ کے آٹھوں مصارف کے لیے صرف زکوٰۃ کی علت یہ قرار دی ہے کہ ان مصارف پر خرچ کرنے سے مسلمانوں کی عمومی حاجت اور منفعت پوری ہوتی ہے جب متعدد مصارف زکوٰۃ میں زکوٰۃ صرف کرنے کی علت مسلمانوں کی عمومی حاجت ومنفعت ہے تو ہم کیوں نہ اس علت کو عام کرتے

ہوئے ان تمام کاموں کو مصارف زکوٰۃ کے دائرے میں لے آئیں جن میں مسلمانوں کی عام مصلحت اور مسلم سوسائٹی کا اجتماعی مفاد ہو۔

تیسرے قول کے دلائل:

۱۔ جن حضرات نے غزوہ اور جہاد کے ساتھ حج کو بھی فی سبیل اللہ میں شامل کیا ہے ان کا استدلال چند روایات و آثار سے ہے ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو فی سبیل اللہ میں شمار کیا اور جس شخص نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ (راہ خدا) میں محبوس کر دیا تھا اسے آپ نے ہدایت دی کہ اپنا وہ اونٹ حج کرنے کے لیے دیدے اس سلسلہ کی ایک روایت مسند احمد میں آتی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ام معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر ابو معقل سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرے اوپر حج لازم ہے اور آپ کے پاس ایک جوان اونٹ ہے مجھے وہ اونٹ دے دیجئے تاکہ میں اس پر حج کر آؤں ابو معقل نے کہا کہ تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ میں نے وہ اونٹ فی سبیل اللہ (راہِ خدا) میں محبوس کر دیا ہے ام معقل نے کہا کہ پھر مجھے کھجور کے باغ کی فصل دے دیجئے ابو معقل نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میری کھجور کی پیداوار میرے بال بچوں کی روزی ہے ام معقل نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کروں گی راوی کہتے ہیں کہ ابو معقل اور ام معقل دونوں چل کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ام معقل نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے ذمہ حج لازم ہے اور ابو معقل کے پاس جوان اونٹ ہے ابو معقل نے عرض کیا کہ ام معقل کی بات درست ہے لیکن میں نے وہ اونٹ فی سبیل اللہ محبوس کر دیا ہے تو حضور نے فرمایا کہ ام معقل کو وہ اونٹ حج کرنے کے لیے دیدو کیونکہ حج بھی سبیل اللہ (راہ خدا) میں ہے۔

حدیث کی بعض دوسری کتابوں میں اسی طرح کا ایک واقعہ ابو طلیق اور ام طلیق کا آتا ہے۔

۲۔ امام بخاریؒ تعلیقاً ابو العباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حج کرنے کے لیے صدقہ کے اونٹ پر سوار کیا (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ) حضرت ابن عمرؓ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ کا مال حج کرنے والوں کو دینے کا فتویٰ دیا اس طرح کے متعدد آثار حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں نقل کیا ہے یہ احادیث و آثار اس بات کے ثبوت ہیں کہ جہاد کے ساتھ حج بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ آئمہ مجتہدین میں سے امام احمدؒ، اسحٰق ابن راہویہ سے بھی یہ قول منقول ہے۔

چوتھے قول کے دلائل :

بعض متاخرین فقہار نے علمار و مدرسین اصحاب افتار اور طلبۂ علوم دینیہ کو بھی غازی کے ساتھ ملحق کر کے مصارف زکوٰۃ میں شامل کیا ہے۔ ان حضرات نے اپنے اس قول پر کوئی قابل ذکر دلیل ذکر نہیں کی ہے مصنف سبل السلام اس نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں، عمدۃ الاحکام کے شارح نے لکھا ہے کہ غازی کے ساتھ وہ لوگ بھی ملحق کئے جائیں گے جو مسلمانوں کے کسی عمومی مصلحت مثلاً قضار افتار اور تدریس انجام دے رہے ہوں خواہ وہ لوگ مالدار ہی ہوں (سبل السلام ج ۱ ص ۱۴۵)

پانچویں قول کے دلائل :

عہد صحابہ سے لے کر دور حاضر تک جمہور علمار کی رائے یہی ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد صرف غزوہ وجہاد ہے دوسرے نیک کام زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ میں داخل نہیں ہیں یہی بات یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی تین صدیوں میں یہی علمار کا متفقہ قول تھا ہاں معدودے چند افراد ایسے ضرور تھے جنہوں نے فی سبیل اللہ میں حج کو بھی شامل کیا تھا۔

ان حضرات کی سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ قرآن وسنت اور صحابہ کرام کی زبان میں جب فی سبیل اللہ مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے مراد غزوہ وجہاد ہی ہوتا ہے شیخ المفسرین ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔

واما قوله فی سبیل الله فانه یعنی وفی النفقه فی نصرت دین الله وطریقته وشریعته التی شرعها لعباده لقتال اعدائه ذالك هو الغزو۔

(تفسیر بن جریر : ۱ / ۱۶۵)

ابن الاثیر لکھتے ہیں :

السبیل فی الاصل الطریق ویذکر ویونث والتانیث فیها اغلب وسبیل الله علم یقع علی کل عمل خالص سلك به طریق التقرب الی الله تعالی باداء الفرائض والنوافل وانواع التطوعات واذا طلق سبیل الله فهو فی الغالب واقع علی الجهاد وحتی صار لکثرة الاستعمال کانه مقصور علیه۔ (النہایۃ فی غریب الحدیث : ج ۲ / ۳۳۸)

ابن جوزی لکھتے ہیں : اذا اطلق ذکر سبیل الله فالمراد به الجهاد (فتح الباری ۷ / ۴۸)

ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں :

سبیل اللہ عند الاطلاق ھو الغزو۔ (فتح الباری ۷/۲۸)

حافظ ابن حجر عقسلانیؒ تحریر فرماتے ہیں :

المتبادر عند اطلاق لفظ " فی سبیل اللہ" الجھاد۔ (فتح الباری ۷/۲۹)

المتبادر الی الافہام ان سبیل اللہ تعالیٰ ھو الغزو اکثر ما جاء فی القرآن العزیز کذالک۔ (المجموع: ۶/۲۱۲)

ابن قدامہ حنبلی المغنی میں لکھتے ہیں :

کل ما فی القرآن من ذکر سبیل اللہ انما ارید بھا الجھاد الا الیسیر فیجب حمل ما فی ھذہ الآیۃ یعنی آیۃ الصدقات علی ذالک لان الظاھر ارادتہ بہ۔ (المغنی ۶/۴۳۷)

تمام فقہی مسالک کے ائمہ و اصحاب علم و تحقیق فقہاء کا مطالعہ یہی ہے کہ " فی سبیل اللہ " شریعت کی ایک اصطلاح ہے سبیل اللہ لغوی معنی کے اعتبار سے اگرچہ عام ہے اس میں ہر کار خیر داخل ہے کتاب وسنت میں بھی کہیں کہیں اسی عام لغوی معنی میں سبیل اللہ کا استعمال ہوا ہے لیکن کتاب وسنت میں سبیل اللہ کا استعمال جب قرائن کے بغیر مطلق طور پر ہوتا ہے تو اس سے غزوہ وجہاد ہی مراد ہوتا ہے قدیم مفسرین و فقہاء کے علاوہ دور جدید کے بعض علماء نے بھی کتاب وسنت میں سبیل اللہ کے استعمالات کا تتبع کر کے فی سبیل اللہ کے اس مخصوص معنی کو ثابت کیا ہے کتب حدیث میں ابواب الجہاد کی حدیثوں کا مطالعہ بھی اسی نتیجہ تک پہنچاتا ہے۔

۲۔ جمہور فقہاء کی طرف سے استدلال میں وہ احادیث بھی پیش کی جاتی ہیں جو فن حدیث کی متعدد اہم کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

لا تحل الصدقۃ لغنی الا لخمسۃ لغاز فی سبیل اللہ او العامل علیھا او الغارم او لرجل اشتراھا بمالہ او لرجل کان لہ جار مسکین فتصدق علی المسکین فاھدی المسکین للغنی (موطا امام مالک سنن ابوداؤد)

اس حدیث میں زبان رسالت نے فی سبیل اللہ کے ساتھ، غازی کی قید لگا کر زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ کی مراد متعین کر دی فی سبیل اللہ کے بارے میں مختلف اقوال کے تمام دلائل کا احاطہ یہاں مقصود نہیں ہے تفصیلی دلائل

کے لیے تفسیر حدیث فقہ کی اہم کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔ اوپر کے صفحات میں زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ کے بارے میں مختلف اقوال اور ان کے اہم دلائل اختصار کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں مختلف اقوال کے درمیان محاکمہ اور ان کے دلائل کا موازنہ اصحاب علم و بصیرت علماء اور فقہاء پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

ان تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے فی سبیل اللہ کا مصداق طے کرنے کی خاطر جن نکات کو طے کرنا اور جن سوالات کا منقح کرنا ہمارے لیے ضروری ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ مصارف زکوٰۃ کو طے کرنے میں سب سے بنیادی حیثیت سورۂ توبہ کی آیت ۶۰ انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله والله عليم حكيم کو حاصل ہے یہ آیت زکوٰۃ کے مصارف کو حصر کے ساتھ بیان کرتی ہے کلمہ انما حصر پر دلالت کرتا ہے سوال یہ ہے کہ اس آیت کے ذریعہ مصارف زکوٰۃ کا جو حصر بیان کیا گیا ہے وہ حصر حقیقی ہے یا حصر اضافی؟ منشہ سوال یہ ہے اگر عہد صحابہ سے لے کر دور حاضر تک جمہور مفسرین فقہاء اور علماء مصارف زکوٰۃ والی آیت کا حصر حقیقی قرار دیتے رہے اور یہ صراحت کرتے رہے کہ اس آیت میں مذکور آٹھ مصارف کے باہر زکوٰۃ کا صرف کرنا قیامت تک کے لیے ناجائز ہے زکوٰۃ انہیں مصارف میں صرف کی جائے گی لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس حصر کو اضافی قرار دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> وعلى هذا فالحصر في قوله تعالى "انما الصدقات" اضافي بالنسبة الى ما طلبه المنافقون في صرفها في ما يشتهون على ما يقتضيه سياق الآية والسر في ذالك ان الحاجات غير محصورة وليس في بيت المال في البلاد الخالصة للمسلمين غير الزكوٰة كثير مال فلابد من توسعة لتكفي نواءب المدينة۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ۲/۴۵)

۲۔ جمہور مفسرین و فقہاء نے آیت مصارف میں مذکور "فی سبیل اللہ" سے غازی مراد لیا ہے ان حضرات نے "لا تحل الصدقة لغني الا لخمسة لغاز في سبيل الله الخ" والی حدیث کے علاوہ ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ کتاب و سنت میں اگرچہ فی سبیل اللہ کا اطلاق مختلف دینی کاموں کے لیے کیا گیا ہے لیکن جب کتاب و سنت میں فی سبیل اللہ کا استعمال مطلق طور پر "کسی قید و قرینہ کے بغیر" ہوتا ہے تو اس سے مراد غزوہ و جہاد ہوتا ہے

شیخ یوسف قرضاوی نے "فقہ الزکوٰۃ" میں کتاب وسنت میں فی سبیل اللہ کے استعمالات کا استقراء وتتبع کرکے یہی بات ثابت کرنی چاہی ہے کیا آپ جمہور فقہاء کے اس دعوے سے متفق ہیں کہ فی سبیل اللہ کا استعمال جب کتاب وسنت میں مطلق طور پر ہوتا ہے تو اس سے مراد غزوہ وجہاد ہی ہوا کرتا ہے؟

۳۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرون اولیٰ میں زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کی تشریح میں دو ہی قول ملتے ہیں صحابہ، تابعین، مفسرین، فقہاء کی غالب اکثریت نے فی سبیل اللہ کو غزوہ میں محصور کیا ہے اور دوسرا قول یہ رہا کہ فی سبیل اللہ میں حج بھی شامل ہے سوال یہ ہے کہ اگر آیات احکام میں سے کسی آیت کی تشریح میں قرون اولیٰ میں صرف دو قول پائے جاتے ہوں تو کیا ہمارے لیے لازم ہے کہ انہیں دونوں اقوال میں سے کسی ایک قول کو اختیار کریں یا ہم ان دو اقوال کو چھوڑ کر آیت کی تفسیر وتشریح کوئی تیسرا یا چوتھا قول بھی اختیار کرسکتے ہیں؟

۴۔ فقہائے احناف کے نزدیک زکوٰۃ کے ساتویں مصرف میں فی سبیل اللہ کا مصداق جو لوگ بھی ہوں بہرحال فی سبیل اللہ کے دائرہ میں آنے والے لوگ فقیر ہونے ہی کی صورت میں زکوٰۃ کے مستحق ہوں گے عاملین زکوٰۃ کے علاوہ باقی تمام مصارف میں فقہائے احناف فقر کی شرط لگاتے ہیں اسی لیے جن فقہائے احناف نے فی سبیل اللہ کا مصداق طالب علموں کو قرار دیا ہے یا تمام امور خیر کو فی سبیل اللہ میں شامل کیا ہے (مثلاً صاحب فتاویٰ ظہیریہ اور کاسانی) ان کی اس تشریح سے مستحقین زکوٰۃ کے مسئلہ میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں پیدا ہوا کیونکہ جب ان حضرات کے نزدیک فی سبیل اللہ کے دائرہ میں آنے والے لوگ فقر کی شرط کے ساتھ ہی مستحق زکوٰۃ ہوئے تو وہ لوگ زکوٰۃ کے پہلے مصرف فقراء میں متفقہ طور پر داخل ہوچکے فقہائے احناف کے نزدیک فی سبیل اللہ میں فقر کی شرط ہونے ہی کی وجہ سے غالباً ان حضرات کے قول پر زیادہ رد وقدح نہیں ہوئی جنہوں نے فی سبیل اللہ میں تمام امور خیر کو داخل کیا یا طلبہ کو اس کا مصداق قرار دیا کیونکہ فقر کی شرط لگانے کے بعد فی سبیل اللہ کے مصداق کی تعیین اختلاف نتیجہ کے اعتبار سے کوئی حقیقی اختلاف نہیں رہ جاتا اس کے برخلاف ائمہ ثلاثہ (امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل) کے نزدیک جو لوگ زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کے مصداق ہیں ان کے مستحق زکوٰۃ ہونے کے لیے فقر کی شرط نہ لگانے کی صورت میں اس کے مصداق کی تعیین میں اختلاف ایک حقیقی اختلاف بن جاتا ہے اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ کے یہاں فی سبیل اللہ کی تشریح میں زیادہ احتیاط اور حساسیت ہے فقہائے مالکیہ اور فقہائے شافعیہ کے یہاں متفقہ طور پر یہ بات ملتی ہے کہ فی سبیل اللہ کا مصداق صرف غازی ہے اور فقہ حنبلی میں دو قول ملتے ہیں (۱) فی سبیل اللہ سے صرف غازی مراد ہے۔ (۲) فی سبیل اللہ میں غزوہ کے ساتھ حج بھی شامل ہے۔

مذکوٰۃ بالا معروضات کو سامنے رکھ کر آپ تحریر فرمائیں کہ ....

الف : ۔ زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کا آپ کے نزدیک کیا مصداق ہے فی سبیل اللہ کے دائرہ میں کون کون لوگ آتے ہیں اور اس کے دائرہ کی وسعت کہاں تک ہے۔

ب : ۔ جو لوگ بھی فی سبیل اللہ کا مصداق ہوں ان کے مستحق زکوٰۃ ہونے کے لیے فقر کی شرط ہے یا نہیں۔

۵ ۔ مصارف زکوٰۃ قیاس شرعی کا محل ہیں یا نہیں؟ یعنی کیا یہ بات درست ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف کی تعلیل کر کے اشتراک علت کی بنا پر ان آٹھ مصارف کے علاوہ کچھ دوسری قسموں کو مصارف زکوٰۃ ملحق کیا جائے اور ان پر زکوٰۃ کا صرف کیا جانا جائز قرار دیا جائے بعض حضرات نے فی سبیل اللہ کا مصداق جہاد عسکری قرار دینے کے باوجود جہاد قلمی جہاد فکری وغیرہ کو جہاد عسکری پر قیاس کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ فی سبیل اللہ کا مصداق اگرچہ جہاد عسکری ہی ہے لیکن اس پر قیاس کرتے ہوئے جہاد قلمی جہاد فکری جہاد ثقافتی وغیرہ پر بھی زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا جائز ہے۔ کیا آپ کے نزدیک یہ نقطۂ نگاہ قابل قبول ہے؟ اور اصولاً کیا اس کی گنجائش ہے کہ مصارف زکوٰۃ پر قیاس کرتے ہوئے کچھ اور قسموں کو مصارف زکوٰۃ میں شامل کیا جائے؟

۶ ۔ یہ واقعہ ہے کہ دور حاضر میں مختلف دینی اور دعوتی کاموں کے لیے بے پناہ سرمایہ کی ضرورت ہے دور حاضر کی ترقیات اور جدید وسائل نے دینی کاموں کی ضروریات اور مصارف کو بہت بڑھا دیا ہے۔ اور یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ آج کل مسلمان دینی کاموں کے لیے جو سرمایہ دیتے ہیں اس کا کم و بیش اسّی نوّے فیصدی زکوٰۃ ہی کی رقم سے ہوتا ہے صدقات نافلہ اور غیر زکوٰۃ کی مدوں میں دینے کا رواج دن بدن کم ہوتا جا رہا ہے، ان حالات میں دینی کام کرنے والے اداروں (مدارس، اکیڈمیاں، تنظیمیں وغیرہ) کے لیے یہ پابندی بہت دشوار ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے مختلف اخراجات اور منصوبوں میں زکوٰۃ کی رقم صرف نہ کریں کیا اس دشواری کے پیش نظر آپ کے نزدیک اس کی گنجائش ہے کہ فی سبیل اللہ کا دائرہ وسیع کر دیا جائے اور اس سلسلہ میں دلائل کی قوت وضعف سے قطع نظر متاخر یا معاصر علماء کے تعمیم و توسیع والے قول کو اختیار کر لیا جائے؟

۲۲ ۷ ۔ اگر آپ کے نزدیک زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ میں تعمیم ہے یعنی اس کے دائرہ میں غزوہ اور حج کے علاوہ کچھ اور کام بھی آتے ہیں تو یہ وضاحت بھی مطلوب ہے کہ فی سبیل اللہ کا دائرہ کس حد تک وسیع ہے اس کے حدود کیا ہیں؟ اور آپ فی سبیل اللہ کا دائرہ اور جو حدود سمجھتے ہیں مختصراً اس کے دلائل کیا ہیں؟